

حضرت مولانا محمد ابراہیم قاسمی
مدرس جامعہ دارالعلوم حقانیہ

علامہ اقبال کا پیغام امت مسلمہ کے نام

شاعر مشرق حکیم الامت علامہ اقبالؒ نے اپنی شاعری اور اپنے آفاقی کلام کے ذریعہ مسلم خوابیدہ کو بیدار کیا اور اس کو اپنی عظمت رفتہ کی یاد دلائی۔ ان کی شاعری کا مقصد شاعری تھی انہوں نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ودیعت کردہ اس عظیم نعت کو ملت مسلمہ میں مؤمنانہ شان خودی حیات اور حریت جیسی صفات عالیہ پیدا کرنے کے لئے استعمال کی۔ چنانچہ آج ان کا آفاقی کلام چار دانگ عالم میں گونج رہا ہے۔ اور دنیا کی تمام معتبر زبانوں میں اس کے تراجم کئے گئے ہیں۔ یہاں پر ہم آپ کی شاعری کی لفظی صنائی پر بحث نہیں کر رہے بلکہ ان تعبیرات کے پیچھے جو غفلتی پیغام آپ نے ”امت مرحومہ“ کو دیا ہے اس سے متعلق عرض کر رہے ہیں۔

علامہ اقبال نے اس وقت اپنی شاعری کا آغاز کیا جب برصغیر میں فرنگی راج تھا اور انگریز سرکار کا پرچم ہر سو لہرا رہا تھا۔ اس کے برعکس نہ صرف برصغیر بلکہ تمام دنیا میں مسلمان اقتصادی، سیاسی و سماجی اور دیگر حیثیات میں ذلت و پستی کی اتھاہ گہرائیوں میں گھرے ہوئے تھے اسی دوران آپ کی مسکور کن شاعری نے امت مسلمہ کو اپنا کھویا ہوا مقام یاد دلایا۔ ع مسلم خوابیدہ اٹھ ہنگامہ آراء تو بھی ہے

ان کا سینہ عشق رسول اللہ ﷺ سے مملو تھا اور امت مسلمہ اور ملت اسلامی کی زبوں حالی پر آپ کڑھتے تھے۔ اسی لئے مسلمانوں کی بیداری کے لئے شاعری کا جو پیرایہ اختیار کیا وہ ایک لافانی انداز ہے ان کی شاعری محض لفاظی اور خوبصورت تراکیب کی صنعت گری نہیں تھی نہ وہ شاعری برائے شاعری کے قائل تھے بلکہ انہوں نے ایک عظیم مقصد کو سامنے رکھ کر شاعری کی جس میں آپ نے مسلمانوں کو اپنی ملت دین و مذہب اور اپنے اسلاف کے نام کے ساتھ مضبوطی کے ساتھ مربوط ہونے کا درس دیا ہے۔ آپ کا فلسفہ آفاقی ہے اور اسی آفاقیت نے آپ کو نہ صرف مسلمانوں اور عالم اسلام میں مقبول بنایا بلکہ تمام دنیا میں آپ کو جو احترام حاصل ہے وہ بہت کم حضرات کے حصہ میں آیا ہے۔

وہ امت کے سامنے اپنا درد دل پیش کر رہے ہیں اس لئے وہ اس بات پر شکوہ کناں ہیں کہ لوگوں نے مجھے صرف ایک شاعر کی حیثیت سے پہچانا۔ اور میں ان کو جو آفاقی پیغام دینا چاہتا ہوں وہ اس کی طرف توجہ نہیں دیتے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

من اے میرا تم دادا تو خواہم
مرایا راں بغر لو انے شمر دہ

اے میرے آقا میں حضور کی خدمت میں یہ فریاد لے کر آیا ہوں کہ میری قوم نے مجھے محض ایک شاعر سمجھا (کسی نے آپ سے تاریخ و فات لکھنے کی فرمائش کی تھی تو اس پر یہ شعر پڑھا)

وہ امت کو عشق رسول ﷺ سے سرشار دیکھنا چاہتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ میں نے جو نسخہ کیا یہ قوم کے سامنے پیش کیا ہے جو کہ عشق رسولؐ ہے اور اسی جذبہ سے معمور ہو کر تبلیغ اسلام کے لئے نکل پڑیں تو اس کے بہترین نتائج برآمد ہوں گے چنانچہ شیخ اور شاعر جو کہ آپ کی شہرہ آفاق کتاب بانگ درا میں جذب و کیف اور ذوق و شوق میں ڈوبی ہوئی طویل نظم ہے اس میں انہوں نے ان خیالات کا اظہار کس حسین پیرائے میں کیا ہے۔ پڑھیے اور کیف و مستی کے دریائے ناپید اکنار میں غوطہ زنی کیجئے

آسمان ہوگا سحر کے نور سے آئینہ پوش	اور ظلمت رات کی سیماں پا ہو جائے گی
اس قدر ہوگی ترنم آفریں باد بہار	کہت خوابیدہ غنچے کی لوا ہو جائے گی
آٹلیں گے سینہ چاکاں چمن سے سینہ چاک	بزم گل کی ہم نفس باد صبا ہو جائے گی
شبنم افشانی مری پیدا کرے گی سوز و ساز	اس چمن میں ہر گلی درد آشنا ہو جائیگی
دیکھ لو گے سطوت رفتار دریا کا مآل	موج مضطرب ہی اسے زنجیر پا ہو جائے گی
پھر دلوں کو یاد آجائے گا پیغام بخود	پھر جبین خاک حرم سے آشنا ہو جائے گی
نالہ صیاد سے ہوں گے نواسا ماں طور	خون گل چھیں سے کلی رنگیں قبا ہو جائے گی
آنکھ جو کچھ دیکھتی ہے لب پر آسکتا نہیں	محو حیرت ہوں کہ دینا کیا سے کیا ہو جائے گی
شب گریزاں ہوگی آخر جلوہ خورشید سے	یہ چمن معمور ہوگا نغمہ توحید سے

علامہ کی یہ مکمل نظم اپنی صوری اور معنوی حیثیت سے لا جواب نظم ہے اس کا لفظ لفظ در بدل میں ڈوبا ہوا ہے اس وجہ سے تو علامہ دوسری غزل میں فرماتے ہیں۔

مرے اشعار اے اقبال کیوں پیارے نہ ہوں مجھ کو
مرے ٹوٹے ہوئے دل کے یہ درد انگیز نالے ہیں

امت کی زبوں حالی اور ذلت و خواری پر پیش خدائے عز و جل یوں شکوہ و رنج اور نالہ ریز ہیں۔

شے پیش خدا مگر بستم زار مسلمان چرا زار مد و خوار مد
نما آمد فی دانی کہ ایں قوم ولے دار مد و محبوبے مدار مد

ایک رات میں اللہ کے حضور گڑ گڑا کر رویا اور استفسار کیا کہ (دنیا میں) مسلمان کیوں ذلیل و خوار ہیں تو غیب سے آواز آئی کہ تجھے معلوم نہیں کہ یہ ایک ایسی قوم ہے کہ اس کے سننے میں تو دل موجود ہے لیکن افسوس کہ محبوب نہیں رکھتے۔

آپ نے پہلے اپنی شاعری کے لئے فارسی زبان کا انتخاب کیا، چنانچہ ”اسرار خودی“ اور ”رموز بیخودی“ ۱۹۱۳ء اور ۱۹۱۵ء میں اور ”پیام مشرق“ ۱۹۲۳ء میں شائع ہوئیں۔ یہ کتابیں چونکہ فارسی زبان میں ہیں اور مشکل بھی ہیں۔ اسی لئے جب آپ کی شہرہ آفاق کتاب ”ہانگودرا“ ۱۹۲۳ء میں زیور طباعت سے آراستہ ہو کر منصفہ شہود پر آئی تو لوگوں نے اس کو ہاتھوں ہاتھ لیا اور اس کو وہ پذیرائی حاصل ہوئی جو کسی دوسری کتاب کے حصہ میں بہت کم دیکھنے کو ملتی ہے اور اس کی بدولت اقبال کا نام برصغیر کے طول و عرض میں مشہور ہو گیا۔

یہ کتاب تین حصوں پر مشتمل ہے کیونکہ شاعری کے ساتھ ساتھ آپ کے خیالات بھی ارتقائی مراحل سے گزرتے تھے ابتدائی دور سے لے کر ۱۹۰۵ء تک آپ پر نیشنلزم اور وطن پروری کا جذبہ غالب تھا، اس میں آپ کی کچھ نظمیں اسی جذبہ کی عکاس ہیں۔ مثلاً آپ کی پہلی نظم ”ہمالہ“ اور اس کے ساتھ صدائے درد و تصویر درد آفتاب نیا شوالہ ترانہ ہندی وغیرہ۔

ہانگودرا کے دوسرے حصے میں وہ نظمیں اور غزلیں شامل ہیں جو انہوں نے قیام یورپ ۱۹۰۵ء تا ۱۹۰۸ء کے دوران لکھیں۔ زمانہ قیام یورپ میں ان کی شاعری میں ایک خوش آئند اور عظیم انقلاب پیدا ہو گیا، وہاں انہوں نے مغربی تہذیب و تمدن کا بغور مطالعہ کیا اور آپ پر یہ حقیقت منکشف ہوئی کہ نظریہ قومیت اور وطنیت بنی آدم کے حق میں مفید نہیں اور اسی طرح اس دوران آپ نے اسلامی اصول اور اسلامی تاریخ کا بغور مطالعہ کیا اور پھر اس نتیجے پر پہنچے کہ دنیا کی نجات اسلامی اصول و زندگی کے تبلیغ و اشاعت میں مضمر ہے۔ اور اسی کے ساتھ انہوں نے یہ فیصلہ کیا کہ آئندہ وہ اپنی شاعری کو اسلامی اصولوں کی تبلیغ کے لئے وقف کر دیں گے تو قدرتی طور پر ان کی شاعری میں ”پیام“ کا رنگ غالب ہو گیا جو کہ ۱۹۰۸ء سے لے کر آخری عمر تک آپ کی ہر تصنیف اور ہر نظم میں نظر آتا ہے۔ اور اپنے اس آفاقی ”پیام“ کی عالمگیریت اور ہمہ گیریت کا ادراک کرتے ہوئے انہوں نے فارسی زبان کا انتخاب کیا کیونکہ یہ زبان ایران، افغانستان، ترکستان اور عراق وغیرہ اسلامی ممالک میں بولی یا سمجھی جاتی ہے، گویا انہوں نے اپنی زندگی کے باقی ماعدہ میں سال اسی پیغام کی وضاحت میں صرف کئے۔

اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کے ساتھ آپ کا عشق عقیدت اور وادارگی آپ کے ہر بن مو سے ٹپکتا ہے۔ اور بے جا نہ ہوگا کہ اگر آپ کی شاعری سے عشق رسول کا عنصر نکالا جائے تو پھر کچھ نہیں بچے گا، مسلمانان عالم میں جذبہ عشق رسول آجا کر کرنے کے لئے آپ نے ایسے اشعار کہے اور ایسی نظمیں لکھیں جس سے دل کی دنیا لرز اٹھتی ہے اور عشق کی اہمیت اس کے درد اور اس کی سوزش پر آپ کے یہ اشعار کس قدر وجد آفریں ہیں۔

عشق دل مصطفیٰ عشق دم جبرئیل

عشق خدا کا رسول عشق خدا کا کلام

مرد خدا کا عمل عشق سے صاحب فردع
عشق ہے اصل حیات موت ہے اس پر حرام
عشق فقیر حرم عشق امیر جنود
عشق ہے ابن السبیل اس کے ہزاروں مقام

”پیام عشق“ کے یہ اشعار:

سن اے طلبگار درد پہلو میں ناز ہوں تو نیاز ہو جا
میں غزنوی سومنات دل کا ہوں تو سراپا ایاز ہو جا
وجود افراد کا مجازی ہے ہستی قوم ہے حقیقی
فدا ہو ملت پہ یعنی آتش زن طلسم مجاد ہو جا
یہ ہند کے فتنہ ساز اقبال آزاری کر رہے ہیں گویا
بچا کے دامن بتوں سے اپنا غبارِ راہ حجاز ہو جا

”درد عشق کے عنوان سے معنوں نظم کے مطلب کے متعلق جناب پروفیسر یوسف سلیم چشتی رقمطراز ہیں اس
دکھ نظم میں اقبال نے عشق سے خطاب کیا ہے اور اس خطاب کے پردہ میں اس کی فضیلت اہمیت واضح کی یہ نظم اسی
اعتبار سے بہت اہم ہے اور ہماری خاص توجہ کی مستحق ہے کہ اس میں ہمیں ان تصورات کے ابتدائی نقوش ملتے ہیں جس
پر آگے چل کر اقبال نے اپنے فلسفہ کی بنیاد رکھی یہ تصورات انہوں نے بانگ درا میں پیش کیا دراصل یہ وہ تخم ہے جو ”ارمغان
حجاز“ میں ایک تار اور درخت بن گیا۔

بہر حال آپ کے آفاقی پیغام کا خلاصہ یہ ہے کہ مسلمانوں اور عالم اسلام میں اسلامی شریعت پر عمل
پیدا ہونے عشق رسالت مآب اور خودی و ملی غیرت کا جذبہ پیدا ہو جائے۔ تاکہ ان کی عظمت رفتہ بحال ہو۔

جوانوں کو مری آہ سحر دے
پھر ان شاہیں بچوں کو بال و پر دے
خدایا آرزو میری یہی ہے
مرا نور بصیرت عام کر دے